© rasailojaraid.com

اپنے مربی مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی یاد میں

حکیم مدثر محمد خان

سال 1999ء میں دو کتابیں دیکھنے کو ملیں' ''نقوشِ عظمتِ رفتہ'' اور ''بزمِ ارجمنداں'' میں ان کتابوں کے مندرجات اور اسلوب تحریر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد'' کاروانِ سلف'' ہمارے مطالعہ میں آئی۔ اب ان کتابوں کے مصنف نامدار سے ملاقات کرنے اور ان کے ارشادات سے مستفید ہونے کے لیے میرے دل میں شوق پیدا ہو گیا۔ 2004ء کے وسط میں راقم السطور مکتبہ طارق اکیڈمی فیصل آباد سے منسلک ہو گیا۔ وہاں مجھے نقوش و بزم کے مصنف کو پڑھنے کا مزید موقع مل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ان کی علمیت کا عکس میرے دل و دماغ پر گہرا ہو گیا۔ اور ان کی ادبیت کا نقش میری فکر میں پیوست ہو گیا۔ حالانکہ اس سے قبل مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' مولانا محمد اسماعیل السلفی' اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے انداز نگارش سے آشنا تھا۔ مولانا محمد حسین آزاد' آغا شورش کاشمیری' احسان دانش' مولوی عبدالحق' پطرس بخاری' ابن انشاء وغیرہ عظیم ادباء کے طرز تحریر سے واقف تھا۔ لیکن مولانا محمد اسحٰق بھٹی کا اسلوب تحریر مجھے بے حد پسند آیا۔ میں نے ان کی کتابیں' جتنی میسر آئیں' پڑھ ڈالیں۔ ان کے طرز نگارش اور ان کی تصنیفات کے مندرجات کو پڑھنے کے بعد میں نے اس حقیقت کو پالیا جو میری ذہنی کیفیت کے مطابق اور میرے قلم کی حرکت کے لیے معاون تھی۔ ''علم و آگہی'' سے تقریباً ایک سال وابستہ رہا۔ اور اس دوران میں نے جناب محمد سرور طارق حفظہ اللہ سے بہت کچھ سیکھا۔ اس کے بعد میں اپنے آبائی پیشے کی جانب راغب ہوا۔ اور ظفر چوک (نزد ماموں کانجن) میں مطب جاری کیا۔ اب میں علماء سے ملاقات اور مطالعہ کے لیے وقت نکال لیتا تھا۔ یہ 2005ء کا واقعہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے بزرگوں سے سن کر علماء و زعمائے اہل حدیث کے کارہائے نمایاں معلوم کرنے کا شوق مجھے بچپن میں ہو گیا تھا۔ اور میں اس موضوع کی کتابیں تلاش کر کے پڑھا کرتا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی تصانیف کے مطالعے کے بعد ان کی اس موضوع سے محبت اور مہارت مجھ پر منکشف ہو چکی تھی۔ ان کی علمیت' جذبہ عمل اور خدمات جلیلہ سے واقفیت ہو چکی تھی۔ میرا دل ان کی عقیدت کا محل بن چکا تھا۔ اپنے عہد میں وہ کئی اعتبار سے قد آور شخصیت تھے۔ میں نے ان کا ٹیلی فون نمبر حاصل کیا تا کہ ان سے رابطہ قائم کروں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اتنی قد آور شخصیت میرا فون سنے گی یا نہیں۔ بہت سی باتیں میرے حاشیہ ء خیال میں آئیں لیکن جی کڑا کر کے میں نے ان کا نمبر ملا دیا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا اور فون کرنے کا مقصد عرض کیا۔ انہوں نے بڑی غور سے میری بے ربط باتیں سنیں اور میری بے حد حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائی۔ ان کی گفتگو میں ہمدردی' اپنائیت اور بے تکلفی کے عناصر بالکل واضح تھے۔ بات ختم ہوئی تو انہوں نے رابطہ رکھنے کا حکم دیا' لاہور آنے کی دعوت دی اور دعاؤں سے نوازا۔ اس کے بعد ان سے فون پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ کبھی میں فون کرتا' کبھی وہ خود تکلیف اٹھاتے۔ جب وہ فون کرتے تو مجھے بہت حیرت اور مسرت ہوتی۔ گفتگو کا موضوع کوئی کتاب' کوئی مضمون یا تازہ سرگرمیاں ہوتا تھا۔ میرے علاقے کے جن اہل علم سے ان کے مراسم تھے' ان کے احوال بھی دریافت فرما لیتے تھے۔ بالخصوص مولانا عبدالقادر ندوی' حکیم ثناء اللہ اور مولانا خلیل الرحمٰن اثری' نیز جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے بارے میں بھی پوچھ لیتے تھے۔

اسی دوران میں مولانا محمد اسحٰق بھٹی کے ایک بڑے مداح جناب مولانا محمد رمضان یوسف سلفی سے میری ملاقات ہو گئی۔ وہ اپنے ممدوح کے طرز نگارش کے امین سمجھے جاتے ہیں۔ تاریخ اہل حدیث کے موضوع پر ان کی متعدد کتابیں شائع ہو کر اہل علم سے داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ میں جب بھی فیصل آباد جاتا' ان سے ملاقات کرنے کی ضرور کوشش کرتا۔ اب بھی یہی حال ہے ہر ملاقات میں کسی نہ کسی طرح مولانا کا ذکر آ جاتا تھا۔ وہ ان کا کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور سنا دیتے۔ اور میرا ان سے ملاقات کا جذبہ مزید بڑھ جاتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مولانا کسی زمانے میں بلکہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور کے ابتدائی زمانے میں پہلے معاون مدیر اور پھر برس ہا برس تک مدیر رہے ہیں۔ ''الاعتصام'' میرے بزرگوں کے نام آیا کرتا تھا۔ اس کے متعدد فائل ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ میں ان کی ورق گردانی تو کرتا رہتا تھا اب اس میں مولانا کے مضامین اور اداریے بڑے غور اور شوق سے پڑھنے لگا تھا۔ کسی جماعتی رسالے میں کسی شخصیت پر ان کا مضمون چھپتا تو اسے شوق سے پڑھتا۔ چند رسائل تو میرے نام آتے ہیں' باقی جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد) کی لائبریری میں دیکھ لیتا تھا۔ جامعہ کی لائبریری میں ماہانہ درجنوں رسائل و جرائد آتے ہیں۔

2006ء کے وسط میں لاہور گیا۔ مولانا مرحوم نے اپنے مکان کا راستہ مجھے فون پر سمجھا دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ ان کے سٹاپ پر اتر کر انہیں فون کر دوں۔ میں نے انہیں فون کیا۔ انہوں نے جلدی سے فرمایا۔ یہیں ٹھہریے! میں ابھی آیا۔ اور اس کے فوراً بعد فون بند ہو گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک بزرگ نمودار ہوئے جو میری طرف تیز قدموں سے آ رہے تھے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ شاید یہی مولانا محمد اسحٰق بھٹی ہوں۔ اسی اثناء میں انہوں نے آ کر مجھے ''جپھا'' ڈال لیا۔ ایسے ملے جیسے بچپن کے دوست مدت دراز کے بعد ملے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سانده (لاہور) میں واقع ان کی بیٹھک میں موجود تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد وقت میں نے ان کے ساتھ گزارا۔ ان کی گفتگو اور میزبانی سے اخلاص' محبت اور خدمت ایسے اوصاف حمیدہ ٹپک رہے تھے۔ انہیں اپنے موضوع خاص سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ اپنے ملاقاتی اہل قلم میں بھی وہ یہی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اس سلسلے میں اہل قلم و اصحاب علم کی بے لوث رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تحریر و نگارش کے سلسلے میں میری بھی بھرپور رہبری فرمائی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہ تو ان کی ''عادت عامہ'' تھی۔

ایک مرتبہ میں نے انہیں فون کیا تو پتا چلا کہ وہ بہاول نگر تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے فون بند کر دیا۔ اگلے ہی لمحے میرے موبائل فون کی گھنٹی بجی میں نے آن کیا تو آواز آئی السلام علیکم۔ حکیم صاحب کی حال اے۔ تگڑے او۔ یہ میرے محسن مولانا محمد اسحٰق بھٹی تھے۔ انہیں لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے میرے فون کرنے کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے مجھے فوراً فون کیا۔ یہ تھا اپنے عقیدت مندوں کے لیے ان کا انداز محبت وشفقت۔ کیا ایسی صفات کے حامل لوگ آسانی سے مل جاتے ہیں؟ نہیں نہیں؟ ہرگز نہیں؟

ان کی یہ بہت بڑی خوبی تھی۔ کہ جو شخص ان سے ایک مرتبہ ملاقات کر لیتا یا جس سے وہ لقا کر لیتے تو اسے۔ یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا حافظہ بڑا زبردست تھا۔ دوسری اور اصل وجہ یہ تھی کہ وہ وضع دار اور رکھ رکھاؤ والے عالم دین تھے۔ اور تعلق بنانے اور نباہنے کے فن سے بخوبی آگاہ تھے۔ خاص طور سے پڑھنے لکھنے والوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ ان کی مسلسل رہنمائی کرتے اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ میرے ایک دوست ہیں۔ حافظ قمر حسن۔ مرید کے شہر میں جامعہ عربیہ اہل حدیث کے قریب رہائش پذیر ہیں۔ ہم نے 2002ء میں جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرید کے ضلع شیخوپورہ سے اکٹھے سند فراغ حاصل کی۔ کچھ عرصہ اپنی مادر علمی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد وہ ''دارالسلام'' لاہور سے منسلک ہو گئے۔ ''زندگی سے لطف اٹھایئے'' اور ''ملکہ عالیہ'' انہی کے قلم سے نکلے ہوئے شاہکار تراجم ہیں اردو زبان وادب کے بارے میں قمر حسن کے چند مضامین ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' لاہور میں شائع ہوئے۔ ایک مرتبہ مولانا محمد اسحٰق بھٹی مرید کے شہر میں تشریف لے گئے۔ محترم قمر حسن کو علم ہوا تو وہ بھی ان کو ملنے کے لیے گئے۔ اور مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔ جب انہیں پتا چلا کہ اس نوجوان کا نام قمر حسن ہے۔ تو وہ دفعتاً کھڑے ہو گئے۔ اسے بھی ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ معانقہ کیا اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ فرمانے لگے کم لکھتے ہو لیکن بہت اچھا لکھتے ہو، زیادہ لکھا کرو...... یہ تھا اپنے سے ساٹھ برس چھوٹے سے ملاقات اور قدر دانی کا انداز۔ میں نے نہیں سنا کہ انہوں نے کسی کو ''تو'' کہہ کر مخاطب کیا ہو۔ مخاطب چھوٹا ہوتا یا بڑا، لا یعلم ہوتا یا عالم سب کو ''تُسی'' یا ''آپ'' کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ معلوم نہیں انہوں نے کتنے اہل قلم کی کس کس انداز سے کہاں کہاں رہنمائی فرمائی لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ رہنمائی وہ پورے اخلاص سے فرمایا کرتے تھے۔

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے ساتھ مولانا کا قلبی لگاؤ تھا۔ وہ اپنی حیات مستعار میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت مرتبہ جامعہ میں تشریف لائے۔ ایک مرتبہ جامعہ کی سالانہ تقریب تکمیل صحیح بخاری اور سالانہ تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ وہ آم کے درخت کے نیچے چارپائی پر بیٹھے چائے نوش کر رہے تھے۔ بہت سے اہل علم وعمل ان کے گرد تشریف فرما تھے۔ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ میں شاہ محمد اسماعیل شہید ہال' جامعہ تعلیم الاسلام سے نکلا تو سامنے ان پر نظر پڑی۔ میں جلدی سے ان کی طرف بڑھا اور عقیدت سے ان کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور نظر اٹھا کر سلام کرنے والے کی طرف دیکھا۔ مجھے پہچانتے ہی میرے باصرار روکنے کے باوجود انہوں نے چائے کا کپ نیچے رکھا اور کھڑے ہو کر مجھے گلے لگایا اور فرمایا۔ شکل ای بدل لئی اے' میں بڑی مشکل پچھانیا اے۔ میں نے قدرے بڑی مونچھیں کتر کر سر پر سفید صافہ باندھ رکھا تھا۔ انہوں نے اس حالت میں مجھے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے انہیں حیرت ہوئی۔

میں تین مرتبہ ان سے ملاقات کے لیے ساندے (لاہور) گیا۔ دو دفعہ ملاقات میں کامیاب ہوا۔ ایک مرتبہ وہ عمرے کے لیے تشریف لے جا چکے تھے۔ مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ بہر حال میں عزیزی حافظ حسان بھٹی سے ملا اور چند علماء کے حالات زندگی اور بعض کتابیں اس کی تحویل میں دے کر واپس آ گیا۔ راقم نے ان کے ارشاد سے متعدد علمائے اہل حدیث کے کوائف حیات اکٹھے کر ان کی خدمت میں پیش کیے۔ ان میں سے بعض مضامین تو وہ اصلاح کے بعد ''الاعتصام'' میں شائع کرا دیتے تھے اور کسی کو وہ اپنے مستقل تصانیف میں جگہ دے دیتے تھے۔ ان کا اصلاح کردہ مضمون جب شائع ہوتا تو مجھے اپنی غلطیاں نوٹ کرنے میں بہت آسانی ہو جاتی تھی۔ اسی طرح فیصل آباد میں مولانا محمد رمضان یوسف سلفی کے ہاں (رحمانیہ دارالکتب' امین پور بازار میں) مولانا مرحوم سے کئی نشستیں ہوتیں۔ ان میں علاقے کے متعدد اہل علم شامل ہوتے تھے' بالخصوص علی ارشد چوہدری مرحوم اور محترم حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب درس جامعہ سلفیہ۔ یوں مجھے ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ فللہ الحمد

مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے جنوری 2003ء میں کتاب ''صوفی محمد عبداللہ۔ حالات' خدمات' آثار'' مکمل کر لی تھی۔ اس کے بعد یہ کتاب انہوں نے نظر ثانی کے لیے مولانا عبدالقادر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ندوی کو دے دی۔ کتاب کا کمپوز شدہ مسودہ ان سے گم ہو گیا۔ اور ناشر کے کمپیوٹر میں وائرس آ جانے کی وجہ سے سافٹ کاپی بھی ضائع ہو گئی۔ اب وہ تین صد صفحات پر مشتمل عرق ریزی سے تصنیف کی گئی کتاب کے مسودے سے محروم ہو چکے تھے۔ خیر! مصنف علام کے صبر' حوصلہ اور استقامت کی داد دیجئے کہ کتاب دوبارہ تحریر کر دی۔ اور ضخامت بھی پہلے سے ڈیڑھ گنا ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ایک خط ضائع ہو جائے تو کئی روز تک طبیعت دوبارہ لکھنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ یہ تو سینکڑوں صفحات تھے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوبارہ لکھ دیئے۔

مولانا مرحوم نے اپنی نگارشات کو کبھی حرف آخر نہیں سمجھا۔ انہوں نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں لکھا ہے۔

''میں اپنی کسی بات کو حرف آخر نہیں سمجھتا'' (گزر گئی گزران' ص: 46)

اس سلسلے میں انہوں نے مجھے اپنی کتاب ''صوفی محمد عبداللہ'' بغور دیکھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد راقم نے جو کچھ ان کی خدمت میں پیش کیا' اس کا کچھ حصہ کتاب مذکورہ کے تیسرے ایڈیشن میں انہوں نے شائع کر دیا۔ یہ ایڈیشن 2015ء میں نکلا ہے۔ اس کے صفحہ 447 سے آخر تک انہوں نے راقم کی تحریر کو جگہ دے کر اسے قبولیت کی سند افتخار عطا کر دی ہے۔ کہ آپ کے آخر میں ایک خط کا عکس چھپا ہے۔ یہ خط صوفی محمد عبداللہ وزیر آبادی کی طرف سے ''بخدمت جناب محمد یعقوب و عطا محمد صاحبان'' کے نام ہے۔ محمد یعقوب میرے دادا تھے مولانا حکیم محمد یعقوب خاں اور عطا محمد میرے پردادا تھے شمس الحکماء حکیم مولوی عطا محمد خاں' خطہ میں ''عبدالرشید'' کا ذکر بھی ہے۔ یہ میرے دادا کے بڑے بھائی تھے۔ اور میرے اولین استاد۔ راقم نے مولانا مرحوم کو متعدد بار خط لکھا۔ خط کا جواب وہ ضرور دیتے تھے۔ ڈاک خرچ بھی خود برداشت کرتے تھے۔ میرے پاس ان کے بارہ خط محفوظ ہیں۔ آخری خط کتاب مذکورہ کے بارے میں لکھا تھا۔ اس خط کا انہوں نے جواب تحریری طور پر نہیں دیا۔ بلکہ ٹیلی فون سے اس کا جواب دیا۔ انہوں نے فرمایا خط طویل ہے۔ اس کا جواب لکھنا اب میرے لیے مشکل ہے۔ لہٰذا فون پر تقریباً دس منٹ تک انہوں نے جواب دیا۔ یہ سال 2015ء کے آغاز کا واقعہ ہے۔ یہ میری ان سے آخری گفتگو اور آخری ملاقات تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا محمد اسحٰق بھٹی کو 3 جولائی 2008ء کو ''مورخ اہل حدیث'' کا خطاب ملا۔ کویت کی جماعت اہل حدیث کی طرف سے دیا گیا یہ خطاب بہت جلد زبان زدعام ہوگیا۔ حتیٰ کہ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی نے ان کے بارے میں ایک کتاب مرتب کی' اس کا نام رکھا؟ ''مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحٰق بھٹی' حیات وخدمات''

واقعہ یہ ہے کہ اس خطاب کے لیے ان کی شخصیت بالکل موزوں تھی۔ انہوں نے تحریک اہل حدیث کی تاریخ کو مرتب اور محفوظ کرنے کے لیے جس طرح اپنے قلم فیض رقم کو حرکت دی تھی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لیے وہی اس خطاب کے صحیح مستحق تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ یہ ہے۔

1999ء میں انہوں نے علمائے اہل حدیث کے کوائف حیات اور ان کی خدماتِ اسلام پر مشتمل کتاب ''کاروانِ سلف'' تحریر فرمائی۔ اس کا انتساب انہوں نے اپنے استاد گرامی قدر شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے نام کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔

وہ (مولانا محمد عطاء اللہ حنیف' مصنف سے) فرمایا کرتے تھے۔ کہ تصنیف وتالیف کے سلسلے کی جو خدمت تما انجام دے رہے ہو۔ وہ اپنی جگہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ لیکن تمہیں ایسا کام کرنا چاہیے جس کا تعلق خالص مسلک اہل حدیث اور علمائے اہل حدیث سے ہو۔

''اگر وہ زندہ ہوتے تو میں اپنی اس متاع حقیر کو فرمانبرداری کی طشتری میں رکھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کرتا۔'' (کاروانِ سلف' ص 003)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ان کے قلم سے اس جیسی اور کتابیں بھی معرض تحریر میں آئیں گی۔ ان کا موضوع تحریک اہل حدیث ہوگا۔ چنانچہ اسی کتاب کے ''حرف چند'' میں انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی فرمائی۔ لکھتے ہیں۔

''میں نے کچھ عرصے سے برصغیر میں اہل حدیث اور ان کی خدمات بوقلموں کے موضوع سے متعلق کام شرع کررکھا ہے۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اس ضمن میں ایک اور کتاب تقریباً مکمل ہوچکی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلک اہل حدیث کیا ہے۔ اور برصغیر کو اس کے حاملین نے کب اپنا مسکن بنایا۔ اور اس خطہ ارض میں انہوں نے کیا خدمات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرانجام دیں اور دے رہے ہیں۔

''اس کے بعد ان شاء اللہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا۔ ان اہل حدیث حضرات کا ذکر کرنا بھی میرے نزدیک ضروری ہے۔ جو مختلف اسلامی، افریقی اور یورپی ملکوں میں اپنے طور پر یا کسی اسلامی مملکت مثلاً حکومت سعودیہ یا کویت وغیرہ ملکوں کی طرف سے تدریسی، تبلیغی اور صحافتی قسم کی خدمات انجام دینے پر مامور ہیں۔

''اس سلسلے میں ایک کتاب کا یہ موضوع بھی زیر بحث آئے گا۔ کہ برصغیر کی سیاسی تحریکوں میں اہل حدیث نے کس قدر حصہ لیا اور کس انداز ے سے لیا۔ کون کون سی سیاسی اور علمی جماعتیں اہل حدیث اکابر کی تجویز و تحریک سے قائم ہوئیں۔ آزادی برصغیر اور قیام پاکستان کے لیے اہل حدیث کی تگ و تاز مجاہدانہ کب شروع ہوئیں اور کس رفتار سے آگے بڑھیں، کس بزرگ نے کس صورت میں استخلاص وطن کے لیے کوششیں کیں اور برطانوی حکومت کی طرف سے انہیں کن کن اذیت ناک سزاؤں کا مستوجب قرار دیا گیا۔''

(کاروان سلف، ص: 9، 10)

جب ہم اس کے بعد کی ان کی تصنیفات پر نظر ڈالتے ہیں تو بلا مبالغہ یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جتنا انہوں نے اپنا منصوبہ یہاں ذکر کیا ہے، اس سے کہیں زیادہ کام کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی۔ ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی درجنوں کتابیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ 1999ء سے قبل وہ اس سلسلے میں غافل تھے۔ اور انہوں نے تاریخ اہل حدیث کے لیے کوئی کام نہیں کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فریضہ تو انہوں نے ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور کے اندر رہ کر سرانجام دیا۔ البتہ اس کا حجم کم ہے۔ ادارہ مذکورہ سے انسلاک کے زمانے میں انہوں نے تحریک اہل حدیث کی تاریخ کے سلسلے میں جو کام کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی کی خدمات پر ''ارمغان حنیف'' مرتب کی۔ مولانا عبدالقادر قصوری، اور ان کے خاندان کی خدمات کو ''قصوری خاندان'' میں بیان کیا۔ نیز ''فقہائے ہند'' میں اہل حدیث فقہاء کا تذکرہ جا بجا موجود ہے۔ اسی دوران میں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے اردو دائرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معارف اسلامیہ کے لیے انہوں نے جو مقالات سپردِ قلم کیے' ان میں مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی' شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد حنیف ندوی' اور مولانا سید ابوبکر غزنوی ایسے اہل حدیث علماء کے بارے مقالات تحریر کیے۔ قائد اہل حدیث میاں فضل حق مرحوم کے بارے میں' میاں فضل حق اور ان کی خدمات'' تصنیف کی'' نقوشِ عظمتِ رفتہ'' اور ''بزم ارجمنداں'' میں اہل حدیث حضرات کا تذکرہ لکھا۔

ادارہ ثقافت اسلامیہ سے پہلے وہ ہفتہ روزہ ''الاعتصام'' لاہور سے منسلک تھے۔ اس دور میں بھی وہ تحریک اہل حدیث کی تاریخ سے تعلق خاطر رکھتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے۔

''مولانا محمد حنیف ندوی نے تحریری معاملے میں میری بہت رہنمائی کی اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کے فرمان کے مطابق میں نے حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی فارسی کتاب ''اتحاف النبلاء' سے متعدد محدثین و فقہا اور آئمہ کرام کے حالات اردو میں منتقل کیے جو'' الاعتصام'' میں شائع ہوئے۔ بہت سے علماء کرام پر بھی الاعتصام کے ابتدائی دور میں میرے مضامین مسلسل چھپتے رہے۔'' (گزر گئی گزران' ص:215)

ایک دوسرے مقام پر انہوں نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

''اگست 1949ء میں مولانا محمد حنیف ندوی کی ادارت میں گوجرانوالا سے ''الاعتصام'' جاری ہوا تو مجھے معاون مدیر کی حیثیت سے گوجرانوالا بھیجا گیا۔ میں ان دنوں اخبار میں ''ہمارے علماء'' کے عنوان سے اہل حدیث علماء کرام کے حالات لکھا کرتا تھا۔''

(قافلہ حدیث' ص:66)

''الاعتصام'' کے عہد ادارت ہی میں انہوں نے مولانا داؤد غزنوی نمبر مرتب کیا جسے بعد میں مولانا سید ابوبکر غزنوی نے ''سیدی وابی'' کے نام سے شائع کیا۔

اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انہوں نے تحریک اہل حدیث پر لکھنے کے سفر کا آغاز 1950ء میں کیا۔ یہ سفر مختلف حالات اور کیفیات سے گزرتا ہوا 2015ء میں ان کی وفات پر اختتام پذیر ہوا۔ اس اعتبار سے انہوں نے سڑسٹھ برس تک یہ خدمت انجام دی ہے۔ اور ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برسوں میں انہوں نے سینکڑوں اصحاب علم وفضل کے تراجم کو کامل مہارت سے ہزاروں صفحات پر منتقل کر دیا ہے۔

اس طرح مورخ اہل حدیث کی حیثیت سے ان کی حیات مبارکہ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور 1950ء سے 1965ء تک ''الاعتصام'' کی ادارت کا زمانہ

دوسرا دور 1965ئ سے 1996ء تک ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے انسلاک کا عہد۔

تیسرا دور 1996ء سے 2015ء تک ادارہ ثقافت اسلامیہ سے سبک دوشی کا دور

ان ادوار میں تاریخ اہل حدیث پر کیے جانے والے ان کے کام کی ہلکی سی جھلک گذشتہ سطور میں موجود ہے۔لیکن حقیقت یہی ہے کہ تیسرے دور میں انہوں نے جتنا کام کیا' وہ پہلے اور دوسرے دور میں کیے جانے والے کام سے ہر طرح فائق ہے۔

یہاں ایک اور دلچسپ بات ہے۔1956ء میں انہیں ایک خواب دکھائی دیا۔اس خواب کی تعبیر مولانا محمد حنیف ندوی اور شاہ محمد جعفر پھلواروی نے کی۔تعبیر یہ تھی کہ مولانا محمد اسحاق رجال پر اسی قسم کا کام کریں گے۔جس قسم کا کام مہر صاحب نے کیا ہے۔اور مہر صاحب کے کام کی طرح آپ کے کام کو بھی مقبولیت حاصل ہوگی۔ تفصیل کے لیے قافلہ حدیث (ص:346 تا 348) ملاحظہ کیجیے۔

مہر صاحب سے مراد مولانا غلام رسول مہر ہیں۔مولانا محمد اسحاق کے رجال سے متعلق کام کو اور اس کی مقبولیت کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل معاملہ نہیں رہا ہے کہ خواب سچا تھا' جو حرف بحرف پورا ہوا۔بلا شبہ خواب سچے ہوتے ہیں۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی 1925ء میں ریاست فرید کوٹ' ہندوستان میں پیدا ہوئے اور 2015ء میں لاہور میں وفات پائی اگرچہ ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن میں بلا مبالغہ یہ عرض کرتا ہوں کہ اگلے پچاس برسوں تک ان پر لکھا جاتا رہے گا۔دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات اسلام کو قبول فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔(آمین ثم آمین)

© rasailojaraid.com